فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

”تو پوچھ لیا کرو ان سے جو جانتے ہیں، اگر تم نہیں جانتے“ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

آپ کے شرعی مسائل کا حل

فتاوی یسئلونک دار الافتاء والارشاد

الباقیات الصالحات فاؤنڈیشن رجسٹرڈ

رئیس دار الافتاء حضرت مفتی احسان اللہ شائق حفظہ اللہ

شمارہ 101 | جمعۃ المبارک 22 جمادی الثانی 1442ھ 05 فروری 2021ء

اس شمارے میں شامل فتاویٰ جات

- کیا غیر عالم وعظ کہہ سکتا ہے؟
- لڈو گیم کھیلنے کی شرعی حیثیت
- بذریعہ سیونگ اکاؤنٹ ملنے والی تنخواہ کا حکم
- شادی شدہ بہن یا بیٹی کی ذمے داری بھائی یا والد پر ہونا
- مرد کا عورت کو قرآن پڑھانا

سوال ارسال کرنے کے طریقے

- سوالات تحریری صورت میں متعین سوالنامے پر بالمشافہ جمع کروائیں۔
- ask@yasalunak.com پر برقی مراسلے (ای میل) کی صورت میں ارسال کریں۔
- www.yasalunak.com پر موجود سوالنامے کے ذریعے ارسال کریں۔
- 0333-9206874 پر مکمل نام کے ساتھ واٹس ایپ کریں۔

دار الافتاء والارشاد، الباقیات الصالحات فاؤنڈیشن رجسٹرڈ، فقہ اکیڈمی C-335 بلاک 1، گلستان جوہر، کراچی

کیا غیر عالم وعظ کہہ سکتا ہے؟

سوال: کسی غیر عالم کو وعظ و نصیحت و تبلیغ کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس حد تک اور ممانعت ہے تو کہاں تک؟

جواب: وعظ و نصیحت اور دعوت و تبلیغ کے دو درجات ہیں۔ ایک وہ جو ہر مسلمان کرسکتا ہے عالم ہونا اس کے لیے شرط نہیں، جیسے واضح اسلامی احکامات، مثلاً نماز کی ترغیب، جھوٹ اور اکل حرام کی ممانعت کا بیان وغیرہ۔ دوسری طرح کا وعظ و نصیحت اور دعوت و تبلیغ کا کام وہ ہے جو صرف علماء کے کرنے کا ہے، جیسے فقہی احکام کی تعلیم، حلال و حرام کا فتوی دینا، قرآن حکیم کی تفسیر کرنا وغیرہ۔ چوں کہ اس کے لیے علمی مہارت اور تربیت درکار ہے اس لیے غیر عالم کے لیے ان امور میں دخل دینا جائز نہیں۔ اس وضاحت کے ساتھ علماء کی سرپرستی میں دوسروں کو دین کی دعوت دینا اور ان کو کسی نیکی کی ترغیب کے طور پر وعظ کرنا ایک نیکی کا کام ہے اگر کوئی شخص باقاعدہ عالم نہیں یا جس نیک کام کی ترغیب دے رہا ہے اس پر عمل پیرا نہیں تو وہ یہ سوچ کر تبلیغ نہ چھوڑے کہ میں عالم نہیں یا میں تو خود عمل نہیں کر رہا تو میرے وعظ یا تبلیغ کا کیا فائدہ بلکہ وہ اپنی اصلاح کی نیت سے تبلیغ اور وعظ جاری رکھے کیونکہ عمل کرنا ایک نیکی ہے اور اس کی دعوت دینا دوسری نیکی ہے لہذا ایک نیکی کو چھوڑنے کی بناء پر دوسری نیکی کو چھوڑنا درست نہیں۔

لہذا اگر کوئی غیر عالم کسی نیکی کی دعوت دے یا کسی نیک کام سے متعلق وعظ کہے تو یہ جائز ہے، لیکن وعظ میں اس بات کا خیال رکھے کہ وہ جو بات کرے کسی مستند عالم سے سیکھ کر یا مستند کتاب دیکھ کر پکی اور صحیح بات کرے۔ دین کی جس بات کے متعلق صحیح معلومات نہ ہوں، اس کو بیان کرنے سے اجتناب کرے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ سورۃ القمر کی آیت نمبر ۱۷ {وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ} کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"اس آیت میں "يَسَّرْنَا" کے ساتھ "لِلذِّكْرِ" کی قید لگا کر یہ بھی بتلا دیا گیا ہے کہ قرآن کو حفظ کرنے اور اس سے نصیحت حاصل کرنے کی حد تک اس کو آسان کر دیا گیا ہے جس سے ہر عالم و جاہل، چھوٹا اور بڑا یکساں فائدہ اٹھا سکتا ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قرآن کریم سے مسائل اور احکام کا استنباط بھی ایسا ہی آسان ہو، وہ اپنی جگہ ایک مستقل اور مشکل فن ہے جس میں عمریں صَرف کرنے والے علماء راسخین کو ہی حصہ ملتا ہے، ہر ایک کا وہ میدان نہیں۔ اس سے ان لوگوں کی غلطی واضح ہوگئی جو قرآن کریم کے اس جملے کا سہارا لے کر قرآن کی مکمل تعلیم، اس کے اصول و قواعد سے حاصل کیے بغیر مجتہد بننا اور اپنی رائے سے احکام و مسائل کا استخراج کرنا چاہتے ہیں کہ وہ کھلی گمراہی کا راستہ ہے۔" (معارف القرآن، سورۃ القمر)

لڈو گیم کھیلنے کی شرعی حیثیت

سوال: گھر میں بچے اگر لڈو کھیلتے ہیں تو کیا یہ جائز ہے یا شریعت میں اس کی ممانعت ہے؟

جواب: شریعتِ مطہرہ میں ایسے کھیلوں کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے جن سے جسمانی فائدہ ہوتا ہو، جیسے: تیراکی، تیراندازی، گھڑسواری۔ جبکہ ان کھیلوں کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے جن میں مشغولیت ضیاعِ وقت کا باعث ہوتی ہے، جیسے: شطرنج اور چوسر وغیرہ۔ اور اسی طرح ایسے تمام کھیلوں کو بھی ناجائز قرار دیا گیا ہے جن کی وجہ سے گناہوں کا ارتکاب ہوتا ہو مثلاً کوئی بھی ایسا مقابلہ جس میں ہار جیت پر دو طرفہ مال کی شرائط لگائی جائیں۔ پس لڈو کھیلنے کی گنجائش تب ہوگی جب اس میں خلافِ شرع امور کا ارتکاب نہ ہو، حقوق اللہ (نماز وغیرہ) میں غفلت نہ ہو اور نہ ہی حقوق العباد میں کوتاہی ہو۔

تاہم اس طرح کے کھیلوں میں عموماً انہماک اس درجہ کا ہوتا ہے کہ نماز و دیگر امور میں غفلت ہو جاتی ہے، اور اس بے مقصد کھیل میں قیمتی وقت کا ضیاع بھی ہوتا ہے، نیز ایسے کھیلوں میں انہماک کی وجہ سے دل و دماغ اکثر اوقات انہی چیزوں کی طرف متوجہ رہتا ہے اور ممکن ہے کہ بچے اسی عمر سے اس کھیل کے عادی ہو کر بعد میں فرائض و واجبات کے تارک بنیں یا دیگر گناہوں (مثلاً شرط لگا کر کھیلنے یا جوا لگانے) کے مرتکب ہوں۔ لہذا ایسے کھیل میں انہماک شرعاً ناپسندیدہ ہے۔

حدیث مبارکہ ہے: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: «مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ». (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب)

ترجمہ: ’’رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انسان کے اسلام کی اچھائی یہ بھی ہے کہ وہ لایعنی چیزوں کو چھوڑ دے‘‘۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ. (لقمان:٦) ترجمہ: ’’اور کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ سے غافل کرنے والی باتوں کے خریدار بنتے ہیں تاکہ ان کے ذریعے لوگوں کو بے سمجھے بوجھے اللہ کے راستے سے بھٹکائیں اور اس کا مذاق اڑائیں۔ ان لوگوں کو وہ عذاب ہوگا جو ذلیل کر کے رکھ دے گا‘‘۔

سورۃ الاعراف میں ارشاد ربانی ہے: وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَلَهْوًا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهِ أَن تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ لَيْسَ لَهَا مِن دُونِ اللَّهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ وَإِن تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أُبْسِلُوا بِمَا كَسَبُوا. (الأعراف:٧٠) ترجمہ: ’’اور چھوڑ دو ان لوگوں کو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے اور جن کو دنیوی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا ہے، اور اس (قرآن) کے ذریعے (لوگوں کو) نصیحت کرتے رہو، تاکہ ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص اپنے اعمال کے سبب اس طرح گرفتار ہو جائے کہ اللہ (کے عذاب) سے بچانے کے لیے اللہ کو چھوڑ کر نہ کوئی اس کا یار و مددگار بن سکے نہ سفارشی، اور اگر وہ (اپنی رہائی کے لیے) ہر طرح کا فدیہ بھی پیش کرنا چاہے تو اس سے وہ قبول نہ کیا جائے۔ (چنانچہ) یہی (دین کو کھیل تماشا بنانے والے) وہ لوگ ہیں جو اپنے کیے کی بدولت گرفتار ہو گئے ہیں‘‘۔

حدیث مبارکہ ہے: عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «كُلُّ شَيْءٍ يَلْهُو بِهِ الرَّجُلُ بَاطِلٌ إِلَّا رَمْيَهُ بِقَوْسِهِ وَتَأْدِيبَهُ فَرَسَهُ وَمُلَاعَبَتَهُ امْرَأَتَهُ فَإِنَّهُنَّ مِنَ الْحَقِّ». (مشكاة المصابيح، كتاب الجهاد) ترجمہ: ’’حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ انسان جو کھیل کود بھی کرے باطل ہے مگر تیر اندازی، اپنے گھوڑے کی تربیت اور اپنی بیوی کے ساتھ کھیل، یہ چیزیں درست ہیں‘‘۔

(و) كره تحريما (اللعب بالنرد) كذا (الشطرنج)...(قوله والشطرنج) معرب شدرنج، وإنما كره لأن من اشتغل به ذهب عناؤه الدنيوى، وجاءه العناء الأخروى فهو حرام و كبيرة عندنا، وفي إباحته إعانة الشيطان على الإسلام والمسلمين كما فى الكافى قهستانى. (الدر المختار مع الرد، كتاب الحظر والإباحة)

بذریعہ سیونگ اکاؤنٹ ملنے والی تنخواہ کا حکم

سوال: عرض ہے کہ والد صاحب سکول ٹیچر تھے جن کی سیلری یونائیٹڈ بینک سیونگ اکاؤنٹ میں آتی رہی اور وہ ہر ماہ وصول کرتے رہے، یہاں تک کہ پنشن آگئی جبکہ ان کو سیونگ یا کرنٹ اکاؤنٹ کیا ہوتا ہے اس بارے میں کچھ علم نہ تھا۔ جب معلوم ہوا تو پنشن کو آئے ہوئے تقریباً دو سال ہو گئے تھے جو تقریباً ۱۵ سے ۲۰ لاکھ تھی تو والد صاحب نے رقم کو کرنٹ اکاؤنٹ میں منتقل کروادیا۔ ان دو سال کی سٹیٹمنٹ کے مطابق تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپے نفع کا اضافہ ہو گیا تھا اور زکوۃ بھی کاٹی گئی جو تقریباً ۵۰ ہزار تھی۔ اب کیا ہماری زکوۃ ادا ہوئی یا نہیں؟ اس اضافہ کا کیا کریں؟ اور ۱۵ سے ۲۰ سال سیونگ اکاؤنٹ میں سیلری آتی رہی جو والد صاحب وصول کر لیتے تھے۔ اُس کا کیا حکم ہے؟

جواب: سیونگ اکاؤنٹ میں سودی لین دین کا معاہدہ ہوتا ہے اس لیے سیونگ اکاؤنٹ میں کھاتہ کھولنا جائز نہیں اگر کسی نے لاعلمی میں کھلوالیا تو اس کو ختم کرنا لازم ہے، البتہ اس کے توسط سے اگر تنخواہ وصول کی تو اس تنخواہ کے استعمال کو حرام نہیں کہا جائے گا، لہذا گذشتہ سالوں میں سیونگ اکاؤنٹ کے ذریعے جس قدر تنخواہ حاصل ہوئی اس کا استعمال درست تھا۔ البتہ جتنی رقم اصل تنخواہ پر سود کے طور پر شامل کی گئی اتنی رقم بلانیت ثواب کسی مستحق فقیر کو صدقہ کر دیں۔

اسی طرح آپ کے والد صاحب کو پینشن کے طور پر ملنے والی اصل رقم کا استعمال درست ہے لیکن اصل رقم سے اضافی رقم سود ہے، اسے بھی بلانیت ثواب صدقہ کرنا واجب ہے۔ اس رقم پر گذشتہ دونوں سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنا لازمی ہے۔ مثلاً پینشن کی اصل رقم ۱۵ لاکھ تھی اور بینک نے ۵۰ ہزار زکوٰۃ کی کٹوتی اور ڈیڑھ لاکھ سود کے اضافے کے بعد ۱۶ لاکھ روپے ادا

کیے تو ایک لاکھ روپے ثواب کی نیت کیے بغیر صدقہ کر دیں۔حکومت نے ایک سال کی زکوٰۃ تقریبا پچاس ہزار بینک سے وصول کی ہے وہ زکوٰۃ ادا ہوگئی،اس لیے مزید ایک سال کی زکوٰۃ ادا کریں۔

وعلى هذا قالوا لو مات الرجل و كسبه من بيع الباذق أو الظلم أو أخذ الرشوة يتورع الورثة، ولا يأخذون منه شيئا وهو أولى بهم ويردونها على أربابها إن عرفوهم، وإلا تصدقوا بها لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه اهـ الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) (۶/۳۸۵)

شادی شدہ بہن یا بیٹی کی ذمے داری بھائی یا والد پر ہونا

سوال: بہن یا بیٹی شادی ہوجانے کے بعد اپنے شوہر یا سسرال والوں کی ناراضگی سے بچنے کے لیے یا پھر اپنی مرضی سے نامحرم سے پردہ نہ کرے، یا کوئی بھی ایسا عمل جو اللہ رب العزت کی ناراضگی کا باعث بنے،تو کیا والد اور بھائی بھی اس عمل کے جواب دہ ہوں گے؟

جواب: باپ پر لازم ہے کہ وہ اپنی اولاد کی اخلاقی تربیت کرے اس کو دینی احکام سکھائے اگر باپ اس میں کوتاہی کرتا ہے تو اس کوتاہی کے نتیجہ میں اولاد جو گناہ کرے گی اس کا وبال باپ کو بھی بھگتنا پڑے گا اور باپ کی غیر موجودگی میں بھائی کے ذمہ اپنی بہن کی اخلاقی تربیت لازم ہے تو اگر بھائی نے اس تربیت میں کوتاہی کی تو وہ بھی گناہ گار ہوگا لیکن نکاح کے بعد عورت کی تمام تر ذمہ داریاں اس کے شوہر کی ہوتی ہیں اور اس پر لازم ہوتا ہے کہ وہ اپنی بیوی کو کسی غلط کام کا حکم نہ دے یا بیوی از خود کوئی غیر شرعی کام کرے تو اس پر اس تنبیہ کرے۔لہذا اگر کوئی عورت سسرال والوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے یا اپنی مرضی سے پردہ نہیں کرتی تو وہ سخت گناہ گار ہے اس کے شوہر پر لازم ہے کہ وہ اس کو پردے کا پابند بنائے اور اس کے والد اور بھائی بھی اس کو اس پر تنبیہ کریں اس کے باوجود اگر وہ پردہ نہیں کرتی تو باپ اور بھائی گناہ گار نہیں ہوں گے۔

(فإنما إثمه على أبيه) أى جزاء الإثم عليه حقيقة،ودل هذا الحصر على أن الإثم على الوالد مبالغة؛ لأنه لم يتسبب لما يتفادى ولده من إصابة الإثم.(شرح المشكاة للطيبى الكاشف عن حقائق السنن،۷/۲۲۸۴)

عن ابن عمر: قوله: ((الذى يقر فى أهله)) أى الذى يرى فيهن ما يسوءه ولا يغار عليه ولا يمنعهن، فيقر فى أهله الخبث.(شرح المشكاة للطيبى الكاشف عن حقائق السنن،۸/۲۵۵۶)

وكل من جعله الله أمينًا على شىء فواجب عليه أداء النصيحة فيه،وبذل الجهد فى حفظه ورعايته؛ لأنه لا يُسأل عن رعيته إلا من يلزمه القيام بالنظر لها وإصلاح أمرها.(التوضيح لشرح الجامع الصحيح،۲۵/۳۲)

مرد کا عورت کو قرآن پڑھانا

سوال: اگر کوئی حافظہ عورت قرآن پڑھانے کے لیے دستیاب نہ ہوں تو کیا مرد قاری حضرات عورت کو قرآن پڑھا سکتے ہیں؟

جواب:آج کل مجود خواتین آسانی کے ساتھ دستیاب ہیں اس لیے خواتین کو چاہیے کہ انہیں سے قرآن سیکھیں خواتین کا غیر محرم مردوں سے قرآن کریم پڑھنا کئی مفاسد پر مشتمل ہے،مثلا بار بار حروف کا تکرار، ایک دوسرے کی آواز کا دیر تک سننا،قراءت سے پڑھنے کی وجہ سے کشش، عرصہ دراز تک اس سلسلے کا جاری رہنا۔لہذا ان مفاسد کی بنا پر کسی عورت کا کسی نامحرم مرد سے تجوید پڑھنا جائز نہیں۔لہذا قرآن کریم کی تعلیم یا محرم مرد سے حاصل کرے یا تلاش کر کے کسی خاتون سے حاصل کرے۔

وصرح فى النوازل بأن نغمة المرأة عورة وبنى عليه أن تعلمها القرآن من المرأة أحب إلى من تعلمها من الأعمى ولهذا قال -صلى الله عليه وسلم- «التسبيح للرجال والتصفيق للنساء» فلا يجوز أن يسمعها الرجل ومشى عليه المصنف فى الكافى فقال ولا تلبى جهرا؛ لأن صوتها عورة ومشى عليه صاحب المحيط فى باب الأذان وفى فتح القدير وعلى هذا لو قيل إذا جهرت بالقرآن فى الصلاة فسدت كان متجها. اهـ.

وفى شرح المنية الأشبه أن صوتها ليس بعورة، وإنما يؤدى إلى الفتنة كما علل به صاحب الهداية وغيره فى مسألة التلبية ولعلهن إنما منعن من رفع الصوت بالتسبيح فى الصلاة لهذا المعنى ولا يلزم من حرمة رفع صوتها بحضرة الأجانب أن يكون عورة كما قدمناه (البحر الرائق شرح كنز الدقائق ومنحة الخالق وتكملة الطورى،۱/۲۸۵)

ختم شد